

کشمیر میں 'ڈوگرہ راج' کی واپسی!

افتخار گیلانی

حالیہ دنوں میں جموں و کشمیر کے سیاسی افق پر بڑی دُور رس تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، جن سے خطے میں حالات مزید ابتر اور سنگین ہونے کا خدشہ ہے۔ ۱۹ جون ۲۰۱۸ء کو ہندو قوم پرست بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) نے یکا یک جموں و کشمیر کی وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی کی قیادت میں متحرک پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی (پی ڈی پی) سے حمایت واپس لے کر مخلوط حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اسی کے ساتھ ریاستی گورنر این این دوہرا نے حکومت کی زمام کار سنبھال لی۔ یہ چوتھی مرتبہ ہے جب گورنر این این دوہرا نے حکومت سنبھالی ہے، جب کہ آج تک آٹھ مرتبہ کشمیر میں گورنر راج نافذ کیا گیا ہے۔ ستم ظریفی دیکھیے کہ بی جے پی نے معروف صحافی شجاعت بخاری کے قتل کا بہانہ بنا کر الزام لگایا کہ محبوبہ مفتی کی حکومت امن و قانون کے نفاذ میں ناکام ہو گئی ہے۔ اسی دوران بھارتی میڈیا میں یہ خبریں گشت کرنے لگیں کہ اگلی حکومت سازی کے لیے بی جے پی ایک اور حلیف پارٹی پیپلز کانفرنس کے سربراہ سجاد غنی لون کے سر پر تاج رکھنے کے لیے کوشاں ہے۔ پھر بی جے پی کے ذرائع کے حوالے سے یہ خبریں آنے لگیں کہ اتحادیوں، آزاد امیدواروں اور دیگر پارٹیوں خصوصاً پی ڈی پی کے ناراض اراکین کی مدد سے وہ خود ہی اقتدار پر براجمان ہونا چاہتی ہے۔ تقریباً دو عشروں سے زائد عرصے تک دہلی کی حکومتوں اور سیاسی امور و واقعات کا مطالعہ کرتے ہوئے پہلی ہی نظر میں مجھے یہ گماں ہوا کہ مصدقہ خبر کے بجائے عوامی اور سیاسی پارٹیوں کا رد عمل جاننے کے لیے یہ متضاد خبریں ذمہ دار حلقے 'پلانٹ' کر رہے ہیں، تاکہ اگر کوئی شدید رد عمل آئے تو اس کی تردید کر دی جائے۔ چند روز بعد پھر ایسی ہی خبر گشت کرنے لگی، تو اس کا ذریعہ معلوم کرنے کے بعد پتا چلا کہ واقعی ایسی خبروں کے تار براہ راست وزیراعظم نریندر مودی، بی جے پی کے صدر امیت شاہ اور

قومی سلامتی کے مشیر اجیت دوول کے دفتر سے منسلک ہیں۔ منصوبہ یہ سامنے آیا کہ مرکزی وزیر اور ادھم پور کے رکن پارلیمنٹ جیتندر سنگھ رانا کو اگلے ماہ سری نگر میں بطور وزیر اعلیٰ حلف دلایا جائے گا۔ چوں کہ کشمیر میں وفاداریوں کی تبدیلی (defection) کا قانون، بھارت کے مرکزی قانون کے برعکس پیچیدہ اور سخت (stringent) ہے، اس لیے دیگر پارٹیوں اور خصوصاً پی ڈی پی کے ناراض اراکین کی حمایت اس طرح حاصل کروانا کہ وہ نااہل بھی نہ ہوں، جیسے الجھاؤ پر قانونی ماہرین سے مشاورت ہو رہی ہے۔ پی ڈی پی کے ناراض اراکین اور سجاد غنی لون کا تعلق چوں کہ شمالی کشمیر سے ہے، اس لیے بی جے پی کو حمایت دینے والے اس گروہ کو شمالی اتحاد کے نام سے موسوم کیا جا رہا ہے۔

کشمیر کی بد قسمتی رہی ہے کہ تاریخ کا پہیہ آگے بڑھنے کے بجائے الٹا چکر لگا کر پھر وہیں پہنچتا ہے، جہاں سے گردش شروع ہوئی تھی۔ ۲۰۱۰ء کی عوامی غیظ و غضب کو دیکھ کر مبصرین کا خیال تھا کہ کشمیر کو واپس ۱۹۹۰ء کی پوزیشن میں دھکیلا گیا ہے۔ ۲۰۱۶ء میں برہان مظفر وانی کی شہادت کے بعد عوامی مزاحمت کی شدت دیکھ کر اندازہ تھا کہ گھڑی کی سوئیاں ۱۹۴۷ء پر پہنچ گئی ہیں۔ اگر اب بی جے پی واقعی ایک ہندو ڈوگرے کے سر پر وزارت اعلیٰ کا تاج سجاتی ہے تو اس کا مطلب ہوگا 'ڈوگرہ راج کی واپسی'۔ یوں انتظامی سطح پر تاریخ کا پہیہ گھوم کر ۱۹۳۱ء تک واپس پہنچ جائے گا، جب کشمیریوں نے ڈوگرہ مہاراجا جہری سنگھ کی وحشیانہ حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔

فی الحال گورنر دوہرا، فوج اور خفیہ ایجنسیاں اس نقشے میں رنگ بھرنے سے کتر رہی ہیں۔ خیال ہے کہ ایک ہندو وزیر اعلیٰ کشمیری عوام کی نفسیات کو بُری طرح پامال اور مجروح کرے گا اور بھارتی حکومت کی کئی عشروں پر پھیلی کاوشوں پر پانی پھر جائے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ جوں جوں اگلے عام انتخابات قریب آرہے ہیں، بی جے پی کے لیے اپنے ان انتہا پسند کارکنوں کو مطمئن کرنا مشکل ہو رہا ہے، جو سمارشندہ بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر اور کشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت کو ختم کروانا چاہتے ہیں۔ اپنے انتہا پسند طبقوں کو بہلانے کے لیے کشمیری مسلمانوں کے سینے پر مونگ دلنے کے لیے ایک ہندو ڈوگرہ وزیر اعلیٰ کو مقرر کرنا ہی ایک آسان ساحل دکھائی دیا ہے کہ جس کے ذریعے پورے بھارت میں ہندو ووٹروں کو ایک بار پھر پارٹی کے حق میں لام بند کیا جاسکتا ہے۔

سری نگر میں بی بی سی کے نامہ نگار ریاض مسرور کے مطابق بھارتی حکمرانوں کے دماغ

میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ بھارت نواز کشمیری سیاسی پارٹیاں بھی نئی دہلی کی حقیقی وفادار نہیں ہیں، بلکہ ان کی ہمدردیاں بھی آزادی پسندوں کے ساتھ ہیں اور کشمیر کو بھارت کا الٹو انگ بننے میں یہ بھی ایک رکاوٹ ہیں۔ بھارت کا موجودہ حکومتی ڈھانچا فاروق عبداللہ، عمر عبداللہ، محبوبہ مفتی اور اس قبیل کے دیگر لیڈروں کو بھی اسی لٹھی سے ہانکتا ہے، جس طرح وہ حریت لیڈروں کو نشانہ بناتے آ رہے ہیں۔ مسرونے اتر پردیش سے آرائیں ایس کے ایک لیڈر کا بیان نقل کیا ہے کہ: ”بھارتی آئین کی دفعہ ۳۷۰ جس میں کشمیر کے خصوصی درجے کا ذکر ہے، اسے ہٹانے کی خواہش رکھنے والوں کو جان لینا چاہیے کہ نریندر مودی اور اجیت دوول اس سے بھی آگے کی سوچ رہے ہیں۔“ حکومتی ذرائع کا حوالہ دے کر اس ہندو قوم پرست لیڈر نے دعویٰ کیا ہے کہ بھارتی حکومت جموں، کشمیر اور لداخ کو تقسیم کر کے مرکز کے زیر انتظام خطے بنانے کے منصوبے پر عمل پیرا ہے۔ تینوں خطوں میں کوئی منتخب حکومت نہیں ہوگی بلکہ تینوں انڈمان نکوبار، لکشدیپ اور پانڈی چری وغیرہ کی طرح براہ راست نئی دہلی کی حکمرانی میں ہوں گے، اور تینوں خطوں میں ایک لیفٹیننٹ گورنر ہوگا، جو براہ راست دہلی کے سامنے ہی جواب دہ ہوگا۔ آج ریاست کی اسمبلی اور مرکزی دھارے کی نام نہاد سیاست اس قدر بے وقعت ہو کر رہ گئی ہے کہ نئی دہلی کا حکمران طبقہ اسے بوجھ سمجھتا ہے۔

دسمبر ۲۰۱۳ء کے انتخابات کے بعد جب کشمیر میں معلق اسمبلی وجود میں آئی اور پی ڈی پی کے لیے کانگریس یابی جے پی میں سے کسی ایک کی میساکھی کے سہارے اقتدار میں آنا لازمی ہو گیا تو فروری ۲۰۱۵ء میں پی ڈی پی کے سرپرست مفتی محمد سعید سے جموں میں ان کی رہائش گاہ پر ایک انٹرویو کے دوران میں نے پوچھا تھا: ”کہیں بی جے پی کو اقتدار میں شریک کروا کے وہ کشمیریوں کے مصائب کی تاریک رات کو مزید گہرا اور خوف ناک بنانے کے مرتکب تو نہیں ہوں گے؟“ انھوں نے کہا: ”کشمیر کی خصوصی پوزیشن اور شناخت کے حوالے سے بھارت کی دونوں قومی جماعتوں کا موقف تقریباً ایک جیسا ہے۔ نیشنل کانفرنس ہو یا پی ڈی پی [یعنی دہلی نواز پارٹیوں] کا فرض ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر کے حل کی کوئی سبیل پیدا ہونے تک بھارتی آئین میں حاصل خصوصی حیثیت کو بچا کر رکھیں۔“

تاہم، مفتی محمد سعید کی صاحبزادی محبوبہ مفتی نے بی جے پی کے ساتھ مل کر اس دفعہ کو تار تار کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ بیک ڈور سے غیر ریاستی ہندو مہاجرین کو رہائشی

پر مٹ دینا، علیحدہ پنڈت کالونیاں بسانا، آخری ڈوگرہ مہاراجا ہری سنگھ کے یوم ولادت پر تعطیل کے لیے اسمبلی سے قرارداد پاس کروانے کی کوششیں وغیرہ، کشمیریوں کو ان کی سیاسی بے وزنی کا احساس دلانے کی آخری حد تھی۔ مگر پھر بھی ڈومور کے مطالبوں کو تسلیم کرتے کرتے بھی وہ اپنی کرسی بچا نہیں پائیں۔ اسی طرح مذکورہ مہاراجا کے مظالم کے خلاف شہدا کے مزاروں پر ہر سال ۱۳ جولائی کو میلہ لگانا اور ان کے قاتل ہری سنگھ کے جنم دن کو متبرک قرار دینا ایک سنگین مذاق تھا۔ کیا بھارت کبھی جلیانوالہ باغ کے قاتل جنرل ڈائر کے جنم دن کی یاد منانے کے لیے جھٹی کا اعلان کر سکتا ہے؟ کشمیر صدیوں سے سازشوں اور بیرونی طاقتوں کی کش مکش کی آماج گاہ بنا رہا ہے۔

اس خطے کی بد قسمتی یہ رہی کہ آمد اسلام کے ۲۵۰ سال بعد ہی سے یہ خطہ آزادی سے محروم ہو کر مغلوں، افغانوں، سکھوں اور ڈوگروں کے تابع رہا، جنہوں نے مقامی مسلم شناخت کو زیر کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ پچھلے ۵۰۰ برسوں کے دوران شاید ہی کبھی یہاں عوام نے حکمرانوں کو اپنا حقیقی نمائندہ تسلیم کیا ہو، کیونکہ چند ایک کو چھوڑ کر اکثر یا تو بیرونی طاقتوں کے گورنر تھے یا ان کی طرف سے مسلط کردہ کٹھ پتلی حکمران۔ اپنی تخت نشینی کے فوراً بعد مغل بادشاہ اکبر نے کشمیر پر اپنی نظریں جمائی ہوئی تھیں، اور اس خطے کو حاصل کرنے کے لیے اس نے کئی بار فوج کشی کی۔ تقریباً ایک عشرے کی بے نتیجہ جنگ و جدل کے بعد مغل حکومت کے جنرل راجا بھگوان سنگھ نے ۱۵۸۰ء میں گلگت کے درذقیلے سے تعلق رکھنے والے کشمیر کے سلطان یوسف شاہ چک کے ساتھ ایک معاہدے کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کیا۔ پانچ سال کی محنت کے بعد دونوں فریق اس معاہدے پر رضامند ہو گئے، جس کی رو سے کشمیر میں لین دین مغل کرنسی میں کیے جانے پر اتفاق ہوا اور جمعے کے خطبے میں مغل فرماں روا کا نام پڑھا جانے لگا۔ باقی تمام امور میں مقامی حکمرانوں کو خود مختاری عطا کی گئی۔ ایک سال بعد اس معاہدے پر دستخط کرنے کے لیے یوسف شاہ چک کو مغل دار الحکومت آگرہ سے متصل فتح پور سیکری آنے کی دعوت دی گئی، مگر لاہور ہی میں اس کو گرفتار کر کے پابہ زنجیر اکبر کے دربار میں پیش کیا گیا۔ یوسف شاہ نے جو اپنی شاعرہ ملکہ حبہ خاتون کے حوالے سے بھی مشہور ہے، باقی زندگی بھار کے شہر پنڈت سے متصل ایک قصبے میں جلا وطنی اور عملاً قید میں گزاری، جہاں آج بھی اس کی شکستہ قبر کشمیر پر قبضے اور طاقت کے بل بوتے پر سمجھوتوں سے انحراف کی داستان بیان کرتی ہے۔

یہ بات اب سری نگر میں زبان زد عام تھی کہ یہ وہ پی ڈی پی نہیں تھی جس نے ۲۰۰۳ء اور ۲۰۰۵ء کے درمیان دہلی کی روایتی کھ پتی حکومت کے بجائے ایک پُر اعتماد اور کشمیری عوام کے مفادات اور ترجیحات کے ترجمان کے طور پر پی ڈی پی تاریخ رقم کی تھی۔ اس لیے محبوبہ مفتی کی برطرفی پر کشمیر میں شاید ہی کسی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ ٹپکا ہو۔ بھارتی فوج کے ذریعے شروع کیے گئے 'آپریشن آل آؤٹ' کی وجہ سے عوام خود کو اپنے ہی گھروں میں قید پاتے ہیں۔ جس کی تازہ مثال یہ ہے کہ پلوامہ میں جب فوج، نیم فوجی اہلکاروں اور پولیس کے دستوں نے کریک ڈاؤن کیا تو مقامی نوجوانوں نے زیادتیوں یا گرفتاریوں کے خوف سے پوری رات درختوں پر گزاری۔ والدین یا تو اپنے پیاروں کی ہلاکتوں پر ماتم کناں ہیں یا پھر روپوش ہوئے نونہالوں کی لاشوں کے منتظر!

یوں دکھائی دیتا ہے کہ جنوبی کشمیر کے چار اضلاع کو ایک 'چھوٹا جنگی علاقہ' (mini war zone) بنا دیا گیا ہے جہاں وحشیانہ ملٹری آپریشن اور جبری دستاویزوں پر مشتمل کارکردگی ہی سے بھارت کی قومی سیاست کو خوراک مل رہی ہے۔ 'ڈوگرہ راج' کی واپسی کے نتیجے میں کشمیر میں شناخت اور انفرادیت برقرار رکھنا بھی ایک بڑا چیلنج ثابت ہو رہا ہے۔ اب یہ فیصلہ مخلص سیاسی لیڈروں کو کرنا ہے کہ وہ کس طرح اس بدنصیب قوم کو غیر یقینی حالات اور مایوسی کے اندھیروں سے نجات دلا سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں مسئلہ کشمیر کے حل سے زیادہ کشمیری شناخت اور تشخص کے بچاؤ کے لیے قابل عمل اور فوری اقدامات کی ضرورت ہے۔ بد قسمتی سے ایسا نظر آ رہا ہے کہ کشمیر کے دونوں اطراف سیاسی جماعتیں نہ صرف اپنی اصل قومی و عوامی ذمہ داریوں سے پہلو ہٹتی برت رہی ہیں، بلکہ ایک نوعیت کی مرعوبیت کی شکار ہوتی جا رہی ہیں۔ قوم کے وسیع تر مفاد میں سوچنے کے بجائے اقتدار کی ہوس نے نیشنل کانفرنس کو نہ صرف بزدل بنا دیا ہے، بلکہ اس کی بھاری قیمت سادہ لوح کشمیریوں کو چکانی پڑ رہی ہے۔ کچھ یہی حال اب پی ڈی پی کا بھی ہے۔ بد قسمتی سے دونوں کا محور اقتدار کی نیلیم پری ہے۔ اٹانومی اور سیلف رول کے ایجنڈوں کے خواب دیکھنا تو کجا، فی الحال جس تیز رفتاری سے مودی حکومت کشمیریوں کے تشخص اور انفرادیت کو پامال کرنے کے لیے جنگ آزمائی کے راستے پر چل نکلی ہے، اس کا توڑ کرنے اور غور و فکر کے لیے کنٹرول لائن کے دونوں اطراف باضمیر افراد، نیز خیریت پسند جماعتوں کو باہمی تعاون کرنے کی کوئی سبیل نکالنی چاہیے۔

A Public Service Message



ایم ای بی ای ایس (مختص) ایم سی بی ای ایس (آئی) ایم اے (علوم اسلامیہ)
Vitreoretinal, phaco, laser.

آئی سرجن لاہور مسڈی کسیر اسٹیٹ آف آفٹھیل مالوئی لاہور

RETINA

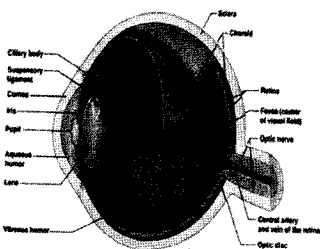
یا پردہ بصارت: خرابیاں، علاج

آنکھیں توجہ چاہتی ہیں!

پردہ بصارت کی خرابی کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟

[illegible]

یہ دیکھ بھارت کی خرابیوں کا اعلان کرنے کیلئے مختلف طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ اہم کارگزاریوں میں کیا گیا ہے:



1- مختلف قسم کی روانیں جو قطروں کی شکل میں بھی استعمال کی جاتی ہیں اور کھانی بھی جاتی ہیں۔
 2- بعض ادویہ جو تخلیق کی شکل میں دی جاتی ہیں۔ 3- نئے آئٹم کے طے بہوں کے نیچے کھانے
 جاتے ہیں اور بعض نئے آئٹم کے اندر تک بھی روانی پہچاتے ہیں۔ 3- لیور شفا میں بھی پر دے
 کے علاج کا کام اہم اور مضبوط رہتا ہے۔

بعض ایسے اور پیشہ بھی کئے جاتے ہیں جن کی مدد سے پردہ کو ٹوڑ کر دیا جاتا ہے اور پھر باہر سے ایک بلیک پیچازر Silicon band آکھ کے گرد لپیٹ دیا جاتی ہیں جس سے پردہ باہر نہیں آکھ سکتا۔ ایک اور سہولت یہ ہے انہی طرح علاج کی بجائے کچھ اور پیشہ Vitrectomy Operation جس میں آکھ کے اندر سے مائیو کے مختلف حصوں اور خون وغیرہ نکال دیا جاتا ہے اور جہاں ضروری ہو وہاں سے لیئر رگازنی جاتی ہے۔

www.drasifkhokhar.com

Cell: 003-4192296 Email: draeflholden@hotmail.com

فیروز پور روڈ بالمقابل قذافی سٹیڈیم

امام معاذ: منگل، جمعرات، ہفتہ 2 بجے دوپہر سے 5 بجے شام تک